حفاظت قرآن

"قرآن شریف بھی ہمارے اس خیال کی تصدیق فرماتاہے جیسا کہ آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون(الحجر :۱۰) سے ظاہر ہے۔ قرآن کریم کی حفاظت دو طریق سے ہو سکتی ہے ایک لفظی اور ایک معنوی۔اور ہم دیکھتے ہیں کہ لفظی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں سامان پیدا کر دیے ہیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے آج تک تیرہ سو سال وہ گئے ہیں دنیا کی سب مذہبی کتابیں محرف و مبدل ہو چکی ہیں لیکن قرآن کریم ابھی اپنی کسی اصلی حالت پر قائم ہے اور اس میں سے ایک بھی شعشہ کم نہیں ہوا نہ کسی قسم کی اس میں زیادتی ہوئی ہے۔قرآن کریم کی زبان کو بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہے ورنہ اس وقت کوئی پرانا مذہب نہیں جس کی الٰہی کتاب کی زبان اس وقت دنیا میں بولی جاتی ہو۔ سنسکرت، پہلوی، عبرانی تین زبانوں میں اس وقت دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کی کتابیں موجود ہیں لیکن یہ تینوں زبانیں مر چکی ہیں صرف قرآن کریم کی زبان ہی باوجود نہایت قدیم زبان ہونے کے اب تک بولی جاتی ہے اور جب سے قرآن کریم نازل ہوا ہے بجائے کم ہونے کے اور زیادہ پھیل گئی ہے اور پہلے صرف عرب میں بولی جاتی تھی اب مصر، شام، طرابلس، الجزائر، مراکش، بربرہ وغیرہ علاقوں میں بھی عربی ہی بولی جاتی ہے۔کروڑوں آدمی اس زبان کے سمجھنے والے ہیں ہزاروں لاکھوں حفاظ اور لاکھوں نسخوں سے جو دنیا کے ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اس کی حفاظت کی گئی اور اب تک خدائے تعالیٰ کا وعدہ بڑے زور سے پورا ہو رہا ہے پس جب کہ لفظی حفاظت کا وعدہ پورا ہوا ہے تو کیوں کر ہو سکتا ہے کہ معنوی حفاظت کا وعدہ پورا نہ ہو"۔

(انوار العلوم جلد ۲ ص۱۰۷ سطر نمبر۱۴ تا ص۱۰۸ سطر۳)

"اور دوم اس لئے کہ پہلی کتب کی اصل تعلیم بھی بہت کچھ بگڑ چکی تھی اور ان کی الہامی کتابیں اس شکل میں نہ رہی تھیں جس میں کہ وہ نازل ہوئی تھیں اور اب ان پر عمل کرنا ایک محقق انسان کے لئے مشکل ہو گیا تھا کیونکہ وہ اس کے لئے باوجہ مشکوک ہونے کے باعث تسلی نہ رہی تھیں اورباوجود ان کے اندر بہت سی صداقتوں کے موجود ہونے کے انسان یقین اور تسلی سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جس حکم پر عمل کر رہا ہے واقعہ میں وہ خدائے تعالیٰ کی طرف

سے ہے بھی یا نہیں۔پس اس بے اعتباری اور شک کو دور کرنے کے لئے جو روحانی ترقیات کے لئے ایک زہر کی طرح ہوتا ہے خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ ایک نیا کلام اور نئی شریعت نازل کرے جس پر انسان بلا کھٹکے کے عمل کر سکے اور جس کے ہر ایک لفظ کی نسبت اسے یقین ہو کہ یہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہے۔اور اسلام اور دیگر مذاہب میں یہ بھی ایک عظیم الشان فرق ہے کہ دیگر مذاہب میں سے ایک ایسا نہیں جس کی مذہبی کتب اسی طرح محفوظ ہوں جس طرح وہ نازل ہوئی تھیں یا جن کے محفوظ ہونے کا کوئی قطعی ثبوت ہو۔لیکن اسلام کی کتاب قرآن کریم کی نسبت زبردست تاریخی شہادتوں کی بنیاد پر یقینا کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی اسی شکل میں ہے جس شکل میں کہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی اس لیئے جو تسلی ایک مسلم کو قرآن کریم پر عمل کرتے وقت ہو سکتی ہے وہ کسی اور مذہب کے پیرو کو اپنی الہامی کتب پر نہیں ہو سکتی کیونکہ باقی تمام کی تمام کتب کا یہی حال ہے کہ یا تو زبردست تاریخ شہادتوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان کی اصل شکل اِس وقت قائم نہیں ہے اور یا وہ ایسے تاریک زمانوں میں سے گزریں ہیں کہ ہرگز یقین کے ساتھ ان کی نسبت نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنی اصلی حالت پر ہیں”۔

(انوارالعلوم جلد ۳ ص۲۳۹ سطر۱۹ تا ص۲۴۰سطر۱۰)

اس اعتراض کا جواب کہ پہلی کتب کی کیوں خدائے تعالیٰ نے حفاظت نہ کی۔

”اور یہ اعتراض ہرگز قابل وقعت نہیں کہ پہلی کتب کی کیوں خدائے تعالیٰ نے حفاظت نہ کیونکہ ابتدائی زمانہ میں مختلف اقوام ایک دوسرے سے کیا بلحاظ مسافت کے اور کیا بلحاظ تمدن کے اتنے بُعد پر تھیں کہ ان کے لئے ایک کتاب نہیں بھیجی جا سکتی تھی اور روحانی حالت بھی اس وقت ابتدائی منازل میں سے گزررہی تھی۔ پس ضرور تھا کہ اس وقت کی ضروریات کے مطابق ہر ایک علاقہ میں الگ نبی اور الگ کتاب بھیجی جاتی اور چونکہ ان ابتدائی کتب میں بہرحال انسان کی ترقی کے ساتھ ساتھ منسوخ ہونا تھا اس لئے ان کی حفاظت کی کوئی ضرورت نہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ یہ دعویٰ صرف قرآن کریم میں ہی ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون(الحجر:۱۰) ہم ہی نے اس کتاب کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت کرے گا اور اسے بگڑنے نہ دے گا اور یہ وہ دعویٰ ہے جو قرآن کریم کے سوا کسی اور کتاب نے نہیں کیا۔اگر کیا ہے تو کوئی شخص ہمیں کسی الہامی کتاب کا یہ دعویٰ دکھائے ہم اس کے نہایت ممنون احسان ہوں گے۔لیکن قرآن کریم کے سوا کوئی الہامی کتاب ایسا دعویٰ نہیں کرتی اور کر بھی

نہیں سکتی کیونکہ قرآن کے سوا کوئی اور کتاب نہیں جس نے سب دنیا کے لئے ہونے کا اور پھر ہر رنگ میں کامل ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور اگر ان دعووں کے بغیر کوئی کتاب ایسا دعویٰ کرتی تو اس کا یہ مطلب ہوتا کہ یا تو قیامت تک باوجود تمدن کی ترقی کے اور بنی نوع انسان کے جسمانی اور روحانی اختلاط کے خدائے تعالیٰ نے بلاوجہ نعوذباللہ کل انسانوں کو مذہباً جدا جدا رکھنا چاہا اور اس اتحاد سے جو تمام ترقیات کی جڑھ ہے محروم رکھنا پسند کیا ہے اور یا پھر یہ قبول کرنا پڑتا کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود انسان کے ہر رنگ میں‌ترقی پا جانے کے کامل شریعت سے اسے حصہ نہیں‌دیا اور ان شرائع کو بلا ضرورت بلکہ خلاف مصلحت جاری رکھا جو کہ صرف خاص اوقات اور خاص زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں اور یہ دونوں‌باتیں کوئی دانا انسان قبول نہیں کر سکتا۔ پس چونکہ دیگر کتب نہ تو سب جہان کیلئے تھیں اور نہ ان کی تعلیم انسانی اعمال کے تمام شعبوں‌کے متعلق احکام پر حاوی تھیں اس لئے ہر گز ضروری نہ تھا کہ ان کی خاص طور پر حفاظت کی جاتی اور ان کا حال ایسا ہی تھا کہ جیسے کسی ضرورت کے وقت ایک جگہ پرعارضی کیمپ لگائے جاتے ہیں تو ان کی حفاظت اس رنگ میں نہیں کی جاتی جس رنگ میں ان عمارتوں کی جو ہمیشہ کے قیام کیلئے بنائی جاتی ہیں کیونکہ اول الذکر کا فائدہ صرف عارضی ہوتاہے اور اس فائدہ کے حاصل ہو چکنے کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہتی لیکن آخرالذکر کے ساتھ ہمیشہ کا تعلق ہوتا ہے اس لئے اس کی حفاظت کی جانی ضروری ہوتی ہے "۔

(انوارالعلوم جلد ۳ ص ۲۴۰ سطر ۱۰ تا ص ۲۴۱ سطر ۱۳)

"اسی طرح اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی الہامی کتاب نے یہ دعوی کیا ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی(المائدہ:۴)یعنی آج کے دن میں نے تمہا رے لئے تمہارا دین ہر رنگ میں کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے ان دونوں باتوں کا لازمی نتیجہ تھا کہ اس کتاب کی نسبت یہ بھی کہا جاتا کہ خدائے تعالی اس کی حفاظت کرے گا کیوں کہ جو کتاب کامل ہو گئی اس کے منسوخ کرنے کی ضرورت نہیں اور جو ہر زمانہ کے لئے ہے اسکی حفاظت کئے بغیر چارہ نہیں "۔

(انوار العلوم جلد ۳ص۲۴۱سطر۲۱تا آخر)

"اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی۔پس انہیں معنوں سے شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں کیونکہ پہلے زمانوں میں ہو مفاسد کہ جن کی اصلاح کے لئے الہامی کتابیں آئیں وہ

بھی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔بس اب قرآن شریف اور دوسری الہامی کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں اگر ہر ایک طرح کے خلل سے محفوظ بھی رہتیں۔پھر بھی بوجہ ناقص ہونے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم یعنی فرقان مجید ظہور پذیر ہوتا۔مگر قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور کتاب بھی آوے۔ کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔ہاں اگر یہ فرض کیا کہ کسی وقت اصول حقہ قرآن شریف کے وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ اصول بنائے جائیں گے۔اور تعلیم توحید میں تبدیل اور تحریف عمل میں آوے گی۔یا اگر ساتھ اس کے یہ بھی فرض کیا جائے۔جو کسی زمانہ میں وہ کروڑہا مسلمان جو توحید پر قائم ہیں شاستروں وہ بھی پھر طریق شرک اور مخلوق پرستی کا اختیار کر لیں گے۔تو بے شک ایسی صورتوں میں دوسری شریعت اور دوسرے رسول کا آنا ضروری ہو گا۔مگر دونوں قسم کے فرض محال ہیں قرآن شریف کی تعلیم محرف و مبدل ہونا اس لئے محال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔(سورۃ الحجر الجزو نمبر۱۴)یعنی اس کتاب کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ رہیں گے۔سو تیرہ سو برس سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔اب تک قرآن شریف میں پہلی کتابوں کی طرح کوئی مشرکانہ تعلیم ملنے نہیں پائی اور آئندہ بھی عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ اس میں کسی نوع کی مشرکانہ تعلیم مخلوط ہو سکے۔کیونکہ لاکھوں مسلمان اس کے حافظ ہیں۔ہزارہا اس کی تفسیریں ہیں۔پانچ وقت اس کی آیات نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ہر روز اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔اسی طرح تمام ملکوں میں اس کا پھیل جانا۔کروڑہا نسخے اس کے دنیا میں موجود ہونا۔ہر یک قوم کا اس کی تعلیم سے مطلع ہوجانا۔یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن کے لحاظ سے عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہے کہ آئندہ بھی کسی نوع کا تغیر اور تبدل قرآن شریف میں واقع ہونا ممتنع اور محال ہے۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول ص ۱۰۱ سطر ۱۳ تا ص ۱۰۲ سطر۱۷)

”خدا نے کہا تھا کہ میں اپنے کلام کی حفاظت کروں گا۔اب دیکھو کیا یہ سچ ہے یا نہیں کہ وہی تعلیم جو آنحضرت ﷺ نے خدائے تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ اس کی کلام کے پہنچائی تھی وہ برابر اس کی کلام میں محفوظ چلی آتی ہے اور لاکھوں قرآن شریف کے حافظ ہیں کہ جو قدیم سے چلے آتے ہیں۔خدا نے کہا تھا کہ میری کتاب کا کوئی شخص حکمت

میں، معرفت میں، بلاغت میں، فصاحت میں، احاطۂ علوم ربانیہ میں بیان دلائل دینیہ میں مقابلہ نہیں کر سکے گا۔سو دیکھو۔کسی سے مقابلہ نہیں ہو سکا۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱ص ۲۶۹ سطر ۶ تا ص ۲۷۰ سطر ۴)

"بلکہ ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو۔اور اس سے بہتر ہو۔تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں"۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲جلد اول ص ۲۹۸ سطر ۸ تا ۱۱)

"آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں۔جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی آمیزشِ شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا کا جوش ہے جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذات پاک حضرت باری تعالیٰ پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے۔اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے۔اور ہر یک اصول کی حقیقت پر دلائل واضح بیان کر کے مرتبۂ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے۔اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں۔ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے"۔

(براہین احمدیہ جلد اول ص ۸۱ سطر ۲ تا ص ۸۲ سطر ۱۲)

دیں صفت ہست خاصۂ فرقاں　　　　ہر اصولش موثق از برہان

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول ص ۱۲۸سطر ۸)

صادقاں رانورِ حق تابد مدام　　　　کاذباں مردند وشد تر کے تمام

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ ص ۲۳۶سطر ۲۰)

قرآن کریم کے سوارسول کریم ﷺ کو کوئی اور نشان نہیں ملا۔آپ کی زندگی کا تو ہر پہلو ایک معجزہ تھا۔اور آپ کو اللہ تعالی نے اس قدر معجزات دیئے کہ سب انبیاء کو مجموعی طور پر بھی اس قدر معجزات نہ ملے ہونگے۔لیکن اگر ہم فرض کر لیں کہ اور کوئی معجزہ آپ کو نہیں ملا،تب بھی قرآن کریم کا معجزہ سب معجزات سے بڑھ کر ہے۔اور وہ ایک ہی آپ کے سب نبیوں پر برتر ہونے کا ثبوت ہے۔

چونکہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جب قرآن کریم کو معجزہ قرار دیا جاتاہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس کی زبان بہت فصیح ہے۔اس وجہ سے یہ لوگ قرآن مجید کے مختلف عیوب بیان کرتے رہتے ہیں اور اس کوشش میں ایسی احمقانہ حرکات کر بیٹھتے ہیں کہ ہنسی آجاتی ہے۔

چنانچہ سر ولیم مور اپنی کتاب ''سوانح محمد''(ﷺ)میں لکھتے ہیں کہ پانچویں سال سے دسویں سال قبل ہجرت میں رسول کریم ﷺ نے قرآن کریم میں یہودی کتب کے مضامین بیان کرنے شروع کئے اور اس وجہ سے قرآن کریم کا وہ پہلا اندازبیان نہ رہااور بڑی مشکل سے یہودی روایات کو عربی زبان میں داخل کرنے کے آپ قابل ہوئے اور چونکہ دن کو تو آپ کو فرصت نہیں ہوتی تھی۔اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راتوں کو جاگ جاگ کر آپ محنت سے وہ ٹکڑے تیار کرتے ہوں گے۔پھر وہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا۔نصفہ او انقص منہ قلیلا۔او زد علیہ و رتل القرآن ترتیلا۔انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأو اقوم قیلا۔ان لک فی النھار سبحا طویلا۔و اذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا۔(المزمل:۲تا۹)غالبا اس زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

سر میور محقق تو بہت ہیں لیکن تعجب ہے کہ انھیں اس قدر بھی خیال نہیں آیا کہ یہ آیات مسلمہ طور پر پہلے سال نبوت کی ہیں اور سورۃ مزمل جس کا وہ حصہ ہیں نہایت ابتدائی سورتوں میں سے ہے بلکہ بعض محققین تو اس سورت کو

ابتدائی سورتوں میں سے سمجھتے ہیں۔پس جو سورت کہ ابتدائی زمانہ میں ہی اتری ہے۔اس میں اس محنت کا ذکر جو پانچویں یا دسویں سال میں بقول ان کے رسول کریم ﷺ کو کرنی پڑی خود ایک معجزہ ہے۔کیونکہ کون شخص پانچ چھ سال بعد کی ایسی بات بنا سکتا ہے جو اس کے اختیار میں نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ دشمنان اسلام اس معجزہ کو ہلکا کر کے دکھانے کیلئے اس قدر کوشش کرتے ہیں رہتے ہیں کہ وہ خود وہ کوشش ہی اس امر کا ثبوت ہوتی ہے کہ قرآن کریم کے اس معجزہ کو دل میں تسلیم کرتے ہیں۔ورنہ اس قدر گھبراہٹ اور تشویش کی کیا ضرورت تھی؟

اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں کوئی کتاب اپنی ذات میں معجزہ نہیں ہے۔بلکہ اس کے نزول سے پہلے وہ بے شک اپنے زمانے کے لوگوں کیلئے معجزہ ہوں گی لیکن اس سورج کے طلوع کے بعد وہ ستاروں کی طرح مدہم پڑ گئیں۔اب حال یہ ہے کہ جو قصے ان کتب میں پائے جاتے ہیں ،ان کے ذریعے سے تو وہ اسلام کا مقابلہ کر لیتے ہیں۔کیونکہ قصوں میں جس قدر کوئی چاہے جھوٹ اور مبالغہ آمیزی سے کام لے لے۔اگر رسول کریم ﷺ کے ذریعے سے کسی شفاء کا ذکر کیا جائے تو اس کے مقابلہ میں ایک مسیحی دس قصے سنا دے گا اور اگر اس پر استعجاب کا اظہار کیا جائے تو جھٹ کہہ دے گا کہ اگر تمہاری روایت قابل تسلیم ہے تو میری کیوں نہیں ؟لیکن اگر اس سے یہ کہا جائے کہ رسول کریم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے اور یہ زندہ معجزہ ہے۔اس کی بنیاد روایتوں پر نہیں بلکہ حقیقت پر ہے۔تواس کے جواب میں سوائے خاموشی کے اور ان کے پاس کچھ نہیں رہتا۔وہ اپنی کتابوں کو پیش نہیں کر سکتے۔کیونکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں□ کہ ان کی کتب محرف و مبدل ہیں اور اگر بعض ضدی اسے تسلیم نہیں کرتے توکم سے کم تاریخی ثبوت اس قدر زبردست موجود ہیں کہ ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

وید کے نسخوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ مختلف وید مل کر کئی نئے وید بن جاتے ہیں۔آخر کانٹ چھانٹ کر ایک نسخہ تیار کیا گیا ہے۔توریت کا یہ حال ہے کہ اس میں یہاں تک لکھا موجود ہے کہ پھر موسیٰؑ مر گیا اور آج تک کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوا۔حالانکہ اس کتاب کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ خود موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔دوسری کتب بائیبل کی ایسی ہیں کہ اختلافات کی وجہ سے ایک حصہ کی دوسرے حصہ سے شکل نہیں پہچانی جاتی۔انجیل میں خود مسیحی آئے دن تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں۔اور کبھی کسی آیت کو صحیح قرار دے کر اس میں داخل کر لیتے ہیں۔دوسرے وقت میں اسے

ردی قرار دے کر پھینک دیتے ہیں۔اور اب تو بعض بابوں تک کی صفائی ہونے لگی ہے۔اور کہا یہ جاتا ہے کہ یہ الحاقی باب ہیں۔مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر انجیل کسی معتبر ذریعہ سے پہنچی تھی تو الحاق کا زمانہ انیس سو سال تک کس طرح لمبا ہو گیا ؟معنوں کے فرق کو تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ پچھلوں نے معنی نہیں سمجھے ہم نے سمجھ لئے ہیں۔لیکن ظاہر الفاظ کے متعلق ہم کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں کہ پچھلوں نے ان کوداخل کر دیا او راب موجودہ نسلوں نے انیس سو سال بعد حقیقت کو معلوم کر لیا۔جو لوگ ان باتوں اور آیتوں پر عمل کرتے رہے ان کی زندگیاں تو برباد گئیں‌اور ان ان کا عرفان تو تباہ ہوا۔وہ کتاب آسمانی جس میں دو ہزار سال تک زائد ابواب اور زائد آیات شامل رہیں۔اس پر بنی نوع انسان کی کیا یقین کر سکتے ہیں۔اور آئندہ کے لئے کیا اعتبار ہو سکتا ہے کہ کچھ اور ابواب خارج نہ کر دیئے جائیں ؟ممکن ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے کہ جس طرح بعض محققین کا خیال ہے کہ ساری انجیل میں صرف ”ایلی ایلی لما شبقتنی“یعنی اے میرے خدا !اے میرے خدا!تو نے مجھے چھوڑ کیوں دیا۔کا ایک فقرہ ہے جسے مسیح کے منہ سے نکلا ہوا کہا جا سکتا ہے۔اس فقرہ کو انجیل قرار دے کر سب حصوں کو اڑا دیا جائے۔مگر یہ ”چھوڑ دیا“ملانے کا موجب کب ہو سکتاہے؟

غرض دوسرے سب مذاہب کی الہامی کتب ایسی مخدوش حالت میں ہیں کہ اس مقابلہ کی طرف آنے سے ان کے مبلغوں کی روح کانپتی ہے۔اوریہی حال دوسری کلام کی خوبیوں کا ہے۔اس وجہ سے کلام کے معجزہ کی طرف یہ لوگ کبھی نہیں آتے۔حالانکہ کلام کا معجزہ دوسرے معجزوں سے زبردست ہوتا ہے کیونکہ اس کا ثبوت ہر وقت پیش کیا جا سکتا ہے۔جب کہ دوسرے معجزات ایسے ہیں کہ روایات کے غبار میں غائب ہو جاتے ہیں۔اور جب تک دوسرے شواہد ساتھ نہ ہوں سچے اور جھوٹے میں فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

کلام کا معجزہ جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے ،کئی شاخیں رکھتا ہے اور قرآن کریم کا معجزہ ان تمام شاخوں میں مکمل اور اکمل ہے۔لیکن ایک اخبارکے مضمون میں اس قدر گنجائش نہیں ہوسکتی کہ ہر ایک بات بیان کر دی جائے۔نہ ہر امر تفصیل سے بیان ہو سکتا ہے۔اس لئے میں صرف اس معجزہ کے دو پہلوؤں کااختصار سے بیان کرتا ہوں۔اور چیلنج دیتا ہوں کہ اگر کوئی اور کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی مدعی ہے تو تو اس کے پیرو اس معجزہ کے مقابلے میں اسے پیش کریں اور دیکھیں کہ کیا ان کی کتاب ذرہ بھر بھی اس کتاب کا مقابلہ کر سکتی ہے؟

پہلی مثال جو میں پیش کرنی چاہتا ہوں الفاظ قرآنیہ ہیں۔قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون(الحجر:۱۰)ہم ہی نے اس ذکر کوا تارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو چیز اپنی غرض کو پورا کر رہی ہو تی ہے ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں۔اور جب وہ اس غرض کوپورا کرنے سے جس کیلئے اسے بنایا یا اختیار کیا گیا تھا رہ جاتی ہے تو ہم اسے پھینک دیتے ہیں۔پس اس میں کیا شک ہے کہ اگر کوئی کلام اللہ تعالی کی طرف سے ہے تو جب تک اس کی ضرورت اس دنیا میں ہو اس کی حفاظت ہونی چاہیے اور جب اس کی حفاظت بند ہو جائے تو ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کی ضرورت دنیا میں باقی نہیں رہی اس لئے اسے پھینک دیا گیاہے۔قرآن کریم جس قوم میں نازل ہوا وہ علم سے خالی تھی۔اس کے مقابلہ میں دوسری کتب سماویہ ایسی اقوام میں نازل ہوئیں کہ جن میں لکھنے پڑھنے کا کافی رواج موجود تھا۔لیکن باوجود اس کے وہ کتب محفوظ نہ رہ سکیں۔لیکن قرآن کریم اب تک اسی طرح موجود ہے جس طرح وہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت تھااور یہ حفاظت اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ اس کیلئے خاص آسانیاں حاصل تھیں جو دوسری کتب کو حاصل نہیں تھیں۔نہ یہ حفاظت اس وجہ سے ہے کہاب تک اس کی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا گیا۔جس سے یہ امکان باقی رہ جائے کہ شاید جب اس کی تاریخ کا بھی مطالعہ کیا جائے تو اس کے نقائص معلوم ہو جائیں۔کیونکہ ایک سو سال سے مسیحی مبشرین بائیبل کی بد نامی دھونے کیلئے قرآن کریم کی تاریخ کی جستجومیں لگے ہوئے ہیں اور اس قسم کی عرق ریزی سے کام لے رہے ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان کی نسبت معلوم نہ ہو تو شاید وہ یہ خیال کرے کہ قرآن کریم کی محبت مسیحی مبشروں کو مسلمانوں سے ذیادہ ہے۔لیکن باوجود اس عرق ریزی کے وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیکہ اس کی عبارت میں ایک لفظ بھی ایسا ثابت کر سکیں کہ جو زائد ہوا وراصل قرآن کریم میں نہ ہو۔

”نویں دلیل قرآن کریم کی دوسری الہامی کتب سے یا دوسرے فلسفوں سے افضل ہونے کی یہ ہے کہ وہ تمام گزشتہ مذاہب کی الہامی کتب میں یا مذہبی فلسفوں میں جو غلطیاں ہیں ان کو واضح کرتا ہے اور نہ صرف ان کی غلطیاں واضح کرتا ہے بلکہ ان کی اصلاح بھی کرتاہے۔اور یہ غلطی نکالنے والا استاد اور ماہرِ فن ہوتا ہے۔اس دلیل کے مطابق قرآن کریم کی جو افضلیت ثابت ہو گی۔وہ موجودہ الہامی کتب اور موجودہ مذاہب پر ثابت ہو گی۔کیونکہ بالکل ممکن ہے کہ قرآن کریم جو غلطی نکالے وہ اصل کتاب میں نہ ہو بلکہ بعد میں داخل ہو گئی ہو۔یااس مذہب میں وہ بات نہ ہو اور

بعد میں داخل ہو گئی ہو۔یا اس مذہب میں وہ بات نہ ہو اور بعد میں لوگوں نے اس کی منسوب کر دی ہو کیونکہ تمام مذاہب خداتعالیٰ کی طرف سے ہیں ان میں کوئی جھوٹی اور غلط بات خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔پس قرآن کریم جہاں کسی سابقہ کتاب کو نامکمل بتائے گا وہاں یہ معنی ہوں گے کہ پہلی کتب وہ بات نہ تھی۔اور جہاں یہ ظاہر کرے گا کہ فلاں بات غلط ہے وہاں یہ معنی ہوں گے کہ وہ بات خدا نے نہیں بتائی۔پھر جہاں قرآن فلسفہ کی غلطیاں بتائے گا وہاں اس کا یہ مطلب ہو گا کہ لوگوں نے اپنی عقل سے وہ باتیں بنا لیں جو غلط ہیں۔

میں نے کہا ہے کہ پہلی کتابوں میں اصل میں وہ غلطیاں تھیں جو قرآن بتاتا ہے۔اس لحاظ سے بھی قرآن کریم ان سے افضل ثابت ہوتا ہے۔کیونکہ وہ کتابیں اب محرف ومبدل ہیں۔اور چونکہ دنیا کے سامنے وہ موجود شکل میں آتی ہیں اور قومیں ان پر عمل کرتی ہیں۔وہ ان سے نقصان اٹھاتی ہیں۔اس لئے قرآن کی افضلیت بہر حال ثابت ہے۔کیونکہ سا کے ذریعہ لوگوں کو سابقہ کتب کی غلطیاں معلوم ہوتی ہیں اور یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اس وقت سوائے قرآن کریم کے کوئی قابلِ عمل کتاب نہیں ہے۔قرآن کریم اس دعویٰ کو خود پیش کرتا ہے۔فرماتا ہے۔

تاللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزین لھمم الشیطان اعمالھم فھو ولیھم الیوم ولھم عذاب الیم۔وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدیً ورحمۃ لقوم یؤمنون"۔

(انوارالعلوم جلد ۱۳ ص ۹ سطر ۱۵ تا ص ۱۰ سطر ۱۰)

"نزلہ علی قلبک (۱۰) کہ قرآن کریم اس نے رسول کریم ﷺ کے دل پر اتارا۔اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ غیروں کے لئے ہیں اور اس کا مفہوم ہمارے لئے ہے۔قرآن کریم کے ظاہری الفاظ محمد ﷺ کے لئے نہیں تھے بلکہ ابوجہل کے لئے تھے۔محمد ﷺ کے لئے تو وہ محبت تھی جو ان الفاظ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی اور آپ کے دل پر محیط ہو گئی۔لوگوں نے اس آیت سے غلطی کی وجہ سے یہ سمجھا ہے کہ قرآن مجید الفاظ میں نازل نہیں ہوا مگر یہ صحیح نہیں۔قرآن تو الفاظ میں ہی نال ہوا مگر وہ الفاظ غیر کے لئے ہیں ہمارے لئے اس کا مفہوم ہے۔وہ کون سا قرآن ہے جو تبدیل نہیں ہو سکتا وہ وہی ہے جو ہمارے دل میں ہے۔وہی ہے جس میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔اس

قرآن میں تو کئی جگہ کاپی نویس زبر کی جگہ زیر لکھ دیتے ہیں اور اس طرح الفاظ تبدیل کر دیتے ہیں مگر وہ قرآن جو خدا کے جلال کو لے کر اترا ہے وہ مومن کے دل میں ہوتا ہے۔الفاظ کی ظاہری حفاظت بھی اللہ تعالیٰ نے کی ہے مگر پھر بھی اس قران میں کتابت کی غلطیاں ہو سکتی ہیں لیکن وہ قرآن جس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں وہی ہے جو مومن بندے کے دل میں محفوظ ہوتا ہے"۔

(انوارالعلوم جلد ۱۳ ص ۹۴ سطر ۱۲تا۲۳)

"عورتوں کاایک ضروری کام بچوں کی پرورش کرنا اور انکی تربیت کرناہے اس کے لئے ضروری کہ ان کو ایسی تعلیم دی جائے کہ وہ بچوں کی عمدہ طور پر پرورش اور تربیت کر سکیں۔انہیں تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا آتا ہو اور جن عورتوں کو انگریز عورتوں سے ملنا پڑتا ہو، انہیں انگریزی زبان آنی چاہیے۔اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ انٹرنس پاس کریں۔ یا ایف۔اے اور بی۔اے کی ڈگریاں حاصل کریں، سوائے ان کے جو تعلیم دینے والی ہوں۔میں نے سارہ بیگم کو اسی لئے اس طرف لگایا تھا کہ بی۔اے بن جائیں تا ہمیں اپنے گرلز

سکول کے لئے استانی مل جائے اوراپنی لڑکی کو ان کے ساتھ اس لئے لگا دیا تھا کہ اکیلے پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔عام طور پر لڑکیوں کی تعلیم زیادہ سے زیادہ مڈل تک ہونی چاہیے اور اس میں بھی دینی تعلیم کا حصہ زیادہ ہو اگر چہ آج کل کی رو کے ماتحت جماعت کا ایک بڑا حصہ اس کے مخالف ہے مگر میں‌اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس کی اصلاح کروں"۔

(انوارالعلوم جلد ۱۳ ص۳۴۴ سطر ۲۳ تاص۳۴۵سطر ۷)

" قرآن شریف ایک ایسی کاتاب ہے جو آیت آیت اس کی بروقت نزول ہزاروں مسلمانوں‌اور منکروں کو سنائی جاتی تھی اوراسی کی تبلیغ ہوتی تھی اورصدہااسکے حافظ تھے مسلمان لوگ نمازاورخارج نمازمیں اس کوپڑھتے تھے پس جس حالت میں صریح قرآن شریف میں‌وارد ہوا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیااورجب کافروں نے یہ نشان دیکھاتو کہا کہ جادوہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتاہے اقتربت الساعۃ وانشق القمروان یرواایۃً یعرضواویقولواسحر مسمر(القمر:۲۔۳) اس صورت میں اس وقت کے منکرین پرلازم تھا کہ آنحضرت ﷺ کے مکان پر جاتے اورکہتے کہ آپ نے کب اورکس وقت چاندکو دوٹکڑے کیااورکب اسکو ہم نے دیکھالیکن جس حالت میں بعدمشہوراورشائع ہونے اس آیت کے سب مخالفین چپ رہے اورکسی

نے دم بھی نہ ماراتوصاف ظاہر ہے کہ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ضرور دیکھا تھا تب ہی تو ان کو چون وچرا کرنے کی گنجائش نہ رہی غرض یہ بات بہت صاف اورایک راست طبع محقق کے لئے بہت فائدہ مند ہے کہ قرآن شریف میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کوئی جھوٹا معجزہ بحوالہ اپنے مخالفوں کی گواہی کے لکھ نہیں سکتے تھے اوراگر کچھ جھوٹ لکھتے توان کے مخالف ہمعصر اور ہم شہر اس زمانہ کے اسے کب پیش جانے دیتے۔علاوہ اس کے سوچنا چاہئے کہ وہ مسلمان لوگ جن کو یہ آیت سنائی گئی اورسنائی جاتی تھی وہ بھی تو ہزاروں آدمی تھے اورہریک شخص اپنے دل سے یہ محکم گواہی پاتا ہے کہ اگر کسی پیر یامرشد یاپیغمبر سے کوئی امر محض دروغ اورافترا ظہور میں آوے تو سارا اعتقاد ٹوٹ جاتا ہے اورایسا شخص ہر ایک شخص کی نظر میں برامعلوم ہونے لگتاہے، اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ معجزہ ظہور میں نہیں آیا تھااورافترا محض تھاتوچاہئے تھاکہ ہزارہامسلمان جو آنحضرتؐ پر ایمان لائے تھے ایسے کذب صریح کو دیکھ کر یکلخت سارے کے سارے مرتد ہوجاتے۔لیکن ظاہر ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی ظہور میں نہیں آئی پس اس سے ثبات ہوتا ہے کہ معجزہ شق القمر ضرور وقوع میں آیا تھا۔ہریک منصف اپنے دل میں سوچ کر دیکھ لے کہ کیا تاریخی طورپر یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ معجزہ شق القمراسی زمانہ میں بحوالہ شہادت مخالفین قرآن شریف میں لکھا گیااور شائع کیا گیااور پھرسب مخالف اس مضمون کو سنکر چپ رہے کسی نے تحریری یا تقریر سے اس کا ردنہ کیااور ہزاروں مسلمان اس زمانہ کی رویئت کی گواہی دیتے رہے اوریہ با ہم مکرر لکھنا چاہتے ہیں کہ قدرت اللہ پر اعتراض کرناخودایک وجہ سے انکار خدائے تعالیٰ ہے کیونکہ اگر خدائے تعالیٰ کی قدرت مطلقہ کو نہ ماناجائے اورحسب اصول تناسخ آریہ صاحبان یہ اعتقاد رکھاجائے کہ جب تک زید نہ مرے تب بکر ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔"

(سرچشمہ آریہ روحانی خزائن جلد دوم صفحہ نمبر110 تا112)

"اے ماسٹر صاحب افسوس کہ تعصب کے جوش نے آپکی کہاںتک نوبت پہنچادی کہ آپ کی نظرمیں قرآنی واقعات عام لوگوں کے مزخرفات کے برابر ہوگئے۔ایسی باتیں جنکو لوگ بے ٹھکانہ اوربے بنیاداپنے دیوتاؤں وغیرہ کی نسبت سیکڑوں یا ہزاروں برسوں کے بعد بنادیتے ہیں جو نہ ان دیوتاؤں کے زمانہ میں تحریر ہو کر شائع ہو تے ہیں اورنہ معززاور معتبر دیکھنے والوں تک ان کا سلسلہ متواتر اور معتبر طورپر پہنچتا ہے بلکہ سراسروہ مخلوق پر ستوں کے مفتریات ہوتے ہیں جن کے ساتھ کوئی روشن دلیل نہیں ہوتی۔ایسی بے اصل اوربے ثبوت مفتریات کو قرآنی واقعات سے آپ تشبیہہ دیتے ہیں۔آپ

فرماتے ہیں کہ قرآن میں لکھاجانا تاریخی ثبوت نہیں توپھر آپ ہی فرماویں کہ جس حالت میں ایسی کتاب کی تحریر تاریخی ثبوت نہیں ہو سکتی جو اپنے زمانہ کا ایک شہرت یافتہ واقعہ مخالفوں کی گواہی کے حوالہ سے بتلاتی ہے اور کتاب بھی ایک ایسے شخص کی کتاب ہیے جو تمام دنیامیں عزت اور مرتبت کے ساتھ مشہور ہے توپھر تاریخی ثبوت کسے کہتے ہیں۔ کیا تاریخوں کے تمام مجموعہ میں اس سے عمدہ تر کوئی ثبوت مل سکتاہے کہ کوئی واقعہ ہم ایسی کتاب میں لکھاہواپاویں جو اسی زمانہ کا واقعہ ہو جس زمانہ ک ی وہ کتاب ہے اوراسی مصنف نے اس کو لکھاہو جس نے اس کو دیکھاہو اوروہ مؤلف کتاب بھی اپنی شہرت اور عزت میں سر آمد روز گار ہو۔ اور پھر وہ کتاب بھی ایسی محفوظ چلی آتی ہو کہ اسی زمانہ میں اکثر حصہ دنیامیں شہرت پاگئی ہواور ہزار ہاحافظ اسکی ابتداء سے ہوتئے آئے ہوں یہاںتک کہ لاکھوں حافظوں تک نوبت پہنچ گئی ہواوراسی زمانہ کے اسکے قلمی نسخے اور بعض تفسیریں بھی موجود ہوں اور بے شمار بندگانِ خداابتداسے اس کو اپنی پنجگانہ نمازوں میں پڑھتے اور تلاوتکرتے اور نیزپڑھاتے چلے آئے ہوں اگر کوئی تاریخی کتاب ان سب صفتوں کی جامع دنیابھرمیں بجز قرآن شیرف کے آپ کی نظرمیں گزری ہے تو آپ اس کو پیش کریں اوراگر پیش نہ کر سکیں تو آپکی سزاوہی دردخجالت اورانفعال کا فی ہے جولاجواب رہنے کی حالت میں آپ کے عائید حال ہوگی۔ آپ کو خبر نہیں کہ دنیامیں جس قدر بڑے بڑے مخالف باعلم عیسائی یہودیؔمجوسیؔ وغیرہ ہیں وہ قرآنی شہادتوں سے یعنی ان واقعات سے جوواقعات سے جو قرآن شریف نے اپنے زمانہ کے متعلق لکھے ہیں انکار نہیں کرسکتے۔ ہاں تعصب کی راہ سے بعض آیات کے معنے اورطور پر کرلیتے ہیں۔ مثلاً شق القمر میں وہ آپکی طرح یہ نہیں کہتے کہ آنخضرت ﷺ نے یہ امر خلاف واقعہ قرآن شریف میں لکھدیاہے۔ چنانچہ اس بات کی تو آپ بھی شہادت دے سکتے ہیں کہ آپ نے تمام عمرمیں کوئی ایسی کتاب کسی فاضل انگریزیایہودیؔ کی نہیں دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے آپ کی طرح یہ رائے ظاہر کی وہ کہ آنخضرت ﷺ نے ایک جھوٹادعویٰ شق القمر کا قرآن میں لکھ دیاہے کیونکہ جو فاضل قسیس اورباخبر انگریزہیں وہ لوگ بباعث اپنے عام اوروسیع اقافیت کے خوب جانتے ہیں کہ جس طوراورالتزام سے قرآنِ شریف نے اشاعت پائی ہے اور جس تشددسے مخالفوں اور موافقوں کی نگرانی اسکی آیت آیت پر رہی ہے اور جس سرعت اورجلدی سے اس کے ہریک مضمون کی تبلیغ لاکھوں آدمیوں کو ہوتی رہی ہے اورجس قلیل عرصہ میں جو بعدزمانہ نبوی تیس برس سے بھی کم تھا وہ دنیاکے اکثرحصوں میں شہرت پاگیاہے وہ ایساطوراورطریق چاروں طرف سے محفوظ ہے کہ اس میں یہ گنجائش ہی

نہیں کہ کوئی جھوٹا معجزہ یا کوئی جھوٹی پیش گوئی افترا کر کے قرآن شریف میں درج ہو سکتی جس کے افترا پر عیسائیوں یہودیوں عربوں مجوسیوں میں سے کسی کو بھی اطلاع نہ ہوتی۔

(سرچشمہ آریہ روحانی خزائن جلد دوم صفحہ نمبر127 تا129)

مسلمان قرآن شریف کی ایسی عظمت کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے اپنی انجیل کی کبھی ایسی تکریم ہوتے نہیں دیکھی قرآنِ شریف میں صرف احکامِ مذہبی وتہذیب، اخلاق ہی کا ذکر نہیں بلکہ گبن صاحب کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔ قرآن میں قوانینِ دیوانی وفوجداری وسلوک باہمی پائے جاتے ہیں اور وہ مسائل نجات روح وحقوقِ عامہ وحقوقِ شخصی ونفع رسانی خلائق وغیرہ پر حاوی ہے منجملہ محاسن وخوبیوں قرآن کے جس پر اہلِ اسلام کو ناز کرنا بجا ہے وہ باتیں نہایت عمدہ ہیں اول قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جس میں خدائے تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوف آتا ہے۔ دوسرے قرآن تمام خیالات سے مبرا ہے جو خلافِ تہذیب خیال کئے جا سکتے ہیں اور اس کے تمام اصول ایسے ہیں جو کوئی ان میں سے خلافِ عقل نہیں مگر افسوس کہ یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقعہ ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصولوں میں سب کو اتفاق ہے اور کوئی ایسی بات نہیں جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آوے فقط۔

یہ بیان قرآن شریف کی نسبت توجان بوٹ صاحب کا ہے اور ایسا ہی کارلل صاحب اپنی کتاب کی جلد۶ صفحہ ۲۱۴ میں لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پر ہے۔ اب دیکھیئے کہ یوروؔپ کے بڑے بڑے فلاسفر جن کے گھر میں گویا آج طبعی اور ہیئت نے جنم لیا ہوا ہے اور جو سورجؔ اور چاندؔ وغیرہ کی کیفیت آپ لوگوں سے بہتر جانتے اور سمجھتے ہیں وہ کس قدر قرآن شریف کے معقولانہ مسائل کے قائل اور مداح ہیں اور کیسی اپنی صاف طینتی کی وجہ سے صاف اقرار کرتے ہیں کہ قرآنِ شریف کے مسائل علومِ عقلیہ کے خلاف نہیں ہیں اقرکوئی اس میں ایسا اعتقاد نہیں جو زبردستی ماننا پڑے پس جس حالت میں ایسے لوگ جو فلاسفی کے پتلے خیال کئے جاتے ہیں۔ قرآن شریف کے حکیمانہ طور وطریق کی کھلی کھلی شہادتیں دیتے ہیں تو پھر اگر آپ اے ماسٹر صاحب یا آپکا کوئی اور بھائی جن کی آنکھیں انہیں لوگوں کے علوم پڑھنے سے کچھ کچھ کھلی ہیں اور یہی لوگ آپ کے معلم اور استاد ہیں دضائل قرآنی سے انکاری وہیں تو اس سے قرآنَ شریف کا کیا نقصان ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر یورپؔ

اورایشیاکے تمام مخالف فضائل قرآنیہ سے انکارکرتے توبھی کچھ نقصان کی بات نہ تھی آفتاب بہرحال آفتاب ہی ہے چاہے کوئی اس کی روشنی کا قرارہی ہو یا نہ ہومگریورپ کے فاضل اورصاحب علم لوگو اس قدر قابل تحسین ہیں کہ انہوں نے بیسیوں کتابیں تالیف کرکے قرآن شریف کے بارہ میں شہادت حقہ کو اداکردیاہے اورباستثناء تیم ملاں پادریوں کی جو تنخواہیں پاکر اسلام سے عناد رکھتے ہیں باقی جس قدرواقعی دانااورفلاسفرہیں ان کے دلوں میں دن بدن محبت اسلامؔ کی پیداہوتی جاتی اہے لیکن آپ لوگوں کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیاتحریریں لاویں کہ ناحق بموجب سراسر عناد اوربخل کی راہ سے نکتہ چینیاں کرتے ہیں۔‘‘

(سرچشم آریہ روحانی خزائن جلددوم صفحہ 195تا196)

’’ایسے عالی شان نبی پر جو کلام نازل ہوااتھاوہ بباعثِ تبدلِ تام اسکے غایت درجہ کاخارق عادت ہوتاجس سے تمام اولین آخرین کی نظریں خیرہ رہ جاتیں کیونکہ اگرچہ کلامِ الٰہی فی ذاتہٖ کلامِ انسانی سے ایساہی ممیزہے جیساخداانسان سے ایساہی تمیزِتام رکھتاہے لیکن باوجوداس کے فیضانِ وحی حسبِ استعدادوحالتِ صفوت واخلاقِ فاضلہ وملکاتِ صالحہ وحی یاب ہواکرتاہے اوراسی کی طرف ایک روحانی اشارہ ہے جو قرآن شریف میں پایاجاتاہے یعنی یہ کہ وہ پاک کلام بہت سے فرشتوں کی حفاظت کے ساتھ اتراہے۔سوظاہری فرشتے تومعلوم ہی ہیں مگر پاک اخلاق اورپاکیزہ حالتیں اورشوق وذوق سے بھری ہوئی وارداتیں اوردردِدل اورجوشِ محبت اورصدق وصفاوتبتّل ووفاوتوکل ورضاء نیستی وفنااورشورش ہائے عشق مولیٰ ایک قسم کے فرشتے ہی ہیں جو قادرِ مطلق نے اپنے اپنے اس محبوب افضل الرسل کے وجودمیں اکمل واتم طورپر پیداکئے تھے اورپھراسی کے اتباع سے ہریک مومنِ کامل کے دل میں بھی باذنہٖ تعالیٰ پیداہوجاتے ہیں اوراگرچہ عام مومنوں میں بھی جو ابھی حالتِ کمالیہ تک نہیں پہنچے تخم پایاجاتاہے لیکن وہ تخم اس چھپی ہوئی آگ کی طرح ہے جو افروختہ آگ کاکام نہیں دے سکتا جیسے ظاہرہے کہ انڈامرغ کاقائم مقام نہیں ہوسکتااورنہ بیج درخت کا حکم رکھتاہے اوراگرچہ ہریک زمین کے نیچے پانی ہے لیکن بجز بہت سی جان کنی اورمحنت اورمدت تک زمین کھودنے کے وہ پانی نکل نہیں سکتااسی طرح آتشِ شوق الٰہی جب تک اپنے کمال اشتعال کی حالت میں نہ آئے تب تک اس کے فوائد مترتب نہیں ہو سکتے لیکن جب وہ کامل طورپرافروختہ ہو جاتی ہے اورچاروں طرف سے بھڑک اٹھتی ہے تب وہ دخل شیطان سے محفوظ رکھنے کے لئے فرشتوں کاکام دیتی ہے اورملائک حفاظت میں شمار کی جاتی ہے۔‘‘

(سرمہ چشمہ آریہ روحانی خزائن جلددوم صفحہ نمبر69تا70)

''مسلمان جس پاک اورکامل کتاب پر ایمان لائے ہیں کس قدراس مقدوس کتاب کو انہوں نے اپنے ضبط میں کرلیاہے عموماً تمام مسلمان ایک حصہ کثیر قرآن شریف کا حفظ رکھتے ہیں جس کی پنج وقت مساجدمیں نماز کی حالت میں پڑھتے ہیں۔ابھی بچہ پانچ یا چھ برس کا ہواجو قرآن شریف اس کے آگے رکھاگیا۔لاکھوں آدمی ایسے پاؤگے جن کو سارقرآن شریف اول سے آخرتک حفظ ہے اگرایک حرف بھی کسی جگہ سے پوچھوتو اگلی پچھلی عبارتیں‌سب پڑھ کر سنادیں اورمردوں پر کیا موقوف ہے ہزاروں عورتیں‌ساراقرآن اول سے آخرتک حفظ ہے اگرایک حرف بھی کسی جگہ سے پوچھوتواگلی پچھلی عبارتیں سب پڑھ کر سنادیں اور مردوں پر کیاموقوف ہے ہزاروں‌عورتیں‌ساراقرآن شریف حفظ رکھتی ہیں۔کسی شہر میں‌جاکر مساجدومدارس اسلامیہ میں دیکھو صدہا لڑکوں اورلڑکیوں‌کو پاؤگے کہ قرآن شریف آگے رکھے ہیں اورباترجمہ پڑھ رہے ہیں یا حفظ کر رہے ہیں اب سچ سچ کہوکہ کہ اس کے مقابل پر ویدؔ کاکیا حال ہے اورخودایماناًاپنے ہی کانشنس سے پوچھکردیکھو کہ ویدؔ کی حالت کواس سے کیا نسبت ہے سواس سے ہی تم سمجھ سکتے ہوکہ کس کتاب کے شامل حال نصرت الٰہی ہے اورکونسی کتاب اپنی تعلیموں‌میں‌شہرتِ تام پاچکی ہے یوں تو متعصبوں کا تعصب خداہی مٹاوے تومت سکتاہے۔

(شحنئہ حق روحانی خزائن جلد دوم صفحہ نمبر331تا332)

''تیسراانقلاب جو موسیٰ ؑکے ذریعہ سے پیداہواوہ یہ ہے کہ موسیٰ کے زمانہ تک وحیِ الٰہی کا طریق بھی تبدیل ہوتاچلاگیااوراب بالمشافہ وحی کا طریق جاری ہواکیونکہ شریعت کی جزئیات پر بحث ہونی تھی اوراس کے لفظی وحی کی ضرورت تھی تاکلام محفوظ رہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتاہے کلم اللہ موسیٰ تکلیماً کہ موسیٰ کے ساتھ اکثربالمشافہ وحی ہوتی تھی۔اس کا یہ مطلب نہیں‌کہ پہلوں سے بالمشافہ کلام نہ ہوتاتھا بلکہ یہ مطلب ہے کہ پہلے زیادہ تررؤیاوکشوف پر مدارتھا اوراسی ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیب کی خبریں اپنے نبیوں‌پر ظاہر کیاکرتاتھا۔مگر موسیٰ کی شریعت کا اکثرکلام یا بالمشافہ ہوااوررؤیاوکشوف کی کثرت کی جگہ لفظی کلام کی کثرت نے لے لیکن ابھی تک معنی محفوظ قراردیئے جاتے تھے کلام محفوظ نہیں قراردیاجاتا۔جیسے ہم زید سے جب بات کرتے ہیں تولفظوں‌میں کرتے ہیں‌اوراس طرح اسے ہمارے بات کے سمجھنے میں بہت کم شبہ ہوسکتاہے مگر ہم اپنے الفاظ اسے یادنہیں کراتے بلکہ جو مطلب اس

کے دماغ میں آتاہے اس کے مطابق وہ کام کرتاہے لیکن اگرہم اپنے الفاظ کی زیادہ احتیاط کراناچاہیں تو پھرہم لکھوادیتے ہیں یہی فرق قرآنی وحی اورموسیٰ کی وحی میں ہے۔موسیٰ کے زمانہ میں ابھی یہ حکم نہیں تھاکہ جو الفاظ سنووہی لکھو۔ بلکہ جو الفاظ ہوتے ان کے مطابق ایک مفہوم لے کر کتاب میں درج کردیاجاتا۔مگرقرآنی وحی کے نزول کے وقت اس کی زبر، اس کی زیر،اس کی پیش اوراس کی جزتک وحیِ الٰہی کی ہدایت کے ماتحت ڈالی گئی۔"

(انوارالعلوم جلد ۱۵ انقلابِ حقیقی صفحہ نمبر ۶۴)

"مگررسول کریم ﷺ کے زمانہ میں چونکہ ترقی اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی اوراب ایک ایسی شریعت نازل ہونی تھی جوآخری اورجامع شریعت تھی اس لئے ضروری تھی اکہ اس وحی کے الفاظ بھی محفوظ رکھے جاتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ ان علیناجمعہ وقرآنہ فاذاقرانٰہ فاتبع قرآنہ کہ موسیٰ کے زمانہ میں توکلام ہم نازل کرتے تھے اورپھر وہ اپنے الفاظ میں اس کلام کا مفہوم لکھ لیتاتھا اورگومفہوم ہماراہی ہوتاتھا مگرالفاظ ہماراکام ہے۔ جوہم کہیں وہی لفظ پڑھتے جانااورپھراسے لکھ لینا، اپنے پاس سے اس کا ترجمہ نہیں کرنا۔اسی طرح فرمایاانانحن نزلناالذکروانالہ لحٰفظون۔ہم نے ہی یہ قرآن اتاراہے اورہم ہی اس کے لفظوں اوراسکی روح دونوں کے محافظ ہیں، محمد ﷺ کے سپرداس کی حفاظت کا کام نہیں۔"

(انوارالعلوم جلد ۱۵ انقلابِ حقیقی صفحہ نمبر ۶۹تا۷۰)

"اورآپ کو افضل تعلیم دی گئی ہے۔پھرآپؐ کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحٰفظون کہ جو تعلیم تجھ پر نازل ہوئی ہے اس میں کسی کا دخل نہیں وہ لفظی الہام ہے اورہم اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔پس جس تعلیم کی حفاظت کی جائے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آئندہ بھی افضل رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتاہے ماننسخ من من اٰیۃ اوننسھانات بخیرمنھااومثلھا اگرکوئی کلام منسوخ ہوتواس سے بہترلایاجاتاہے جس سے یہ بھی نکلتاہے کہ جس کلام کو منسوخ نہ کیاجائے اس سے بہتر اورکوئی کلام نہیں۔پس معلوم ہواکہ قرآن کریم نہ صرف گزشتہ تمام الہامی کتابوں سے افضل ہے بلکہ ہمیشہ افضل رہے گااوراس کی تنسیخ کا کبھی سوال ہی پیدانہیں ہوگا۔قرآن کریم اورباقی الہامی کتب کی ایسی ہی مثال ہے۔جیسے کابل میں بھی حکومت کے وہی شعبے ہیں جو حکومت برطانیہ کے شعبہ جات ہیں لیکن حکومتِ

کابل کے مقابلہ میں حکومت برطانیہ زیادہ مضبوط اورزیادہ مفید کام کرنے والی ہے۔اسی طرح گوباقی الہامی کتب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں مگر قرآن کریم کی تعلیم ان سب سے زیادہ اعلیٰ ہے اورہمیشہ اعلیٰ رہے گی۔

(انوارالعلوم جلد ۱۵ انقلابِ حقیقی صفحہ نمبر ۷۴)

''اسی طر ح جو پیغا م اللہ تعا لی کے انبیاء دنیا میں لا یا کر تے ہیں،زمانہ کے بُعد کی وجہ سے اس کی شکل میں بہت بڑی تبدیلی ہو جاتی ہے۔اب اس قر آ ن کے مقابلہ میں جو حضر ت مسیح مو عود علیہ السلا م نے پیش کیا،اس قر آ ن کو ر کھ کر جو غیر احمدی پیش کیا کرتے ہیں،دیکھو کہ کیا غیر احمدیوں کے ہاتھ میں قر آ ن نے اسی طر ح اپنی شکل تبدیل نہیں کر لی جس طر ح فرانس کے میدان میں سپا ہیو ں میں ''شہزادہ ویلز آ تے ہیں'' کا فقر ہ بدلتے بدلتے یہ بن گیا تھا کہ ''دوآنے دے دو''۔جس قرآن کو حضرت مسیح مو عود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے،اسے پڑ ھنے سے یو ں معلو م ہو تا کہ خدا کہتا ہے میں تمہا رے گھروں میں چل کر آ گیا۔میں تمہارے لئے کامیابیاں اورکامر انیاں مقدر کر دیں۔اور میں نے تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ تم دنیا پر غا لب آؤ۔مگر غیر احمدیوں کے پاس جو قرآن ہے،وہ مسلما نوں بتا تا ہے کہ گر گئے،دنیا کی نگا ہو ں میں تم ذ لیل اور رُسوا ہو گئے اور جیتے جی تم جہنم میں داخل ہو گئے۔اب بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔اور کس طر ح الہی پیغام کے مفہو م کی شکل تبدیل ہو گئی۔(ص ۱۲۹ تا ص۱۳۰)